نکات پر غور کیا جائے تو عقیدہ آخرت دل و دماغ میں اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ وہ محض "مسئلہ علم کلام" نہ رہے بلکہ ایک "زندہ حقیقت" بن کر انسانی زندگی میں جاری و ساری ہو جائے، اور اس کے اثرات انسانی زندگی پر اس طرح مترتب ہونے لگیں کہ اس سے انسان کی دنیا بھی سنورے اور آخرت بھی۔

عقیدۂ آخرت جیسے نسخۂ کیمیا کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کا خود اس کی برکتوں سے کما حقہ فائدہ نہ اٹھانا اور اہل دنیا کو اس سے روشناس نہ کرانا وقت کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ اس دور کے بیمار معاشرے کو، وہ معاشرہ چاہے مسلم اقوام کا ہو یا غیر مسلم اقوام کا، اس نسخۂ شفا کی اشد ضرورت ہے۔ زندگی کی بیماریوں کے فطری علاج کے لئے، جس سے مرض کے اصل سبب کا استیصال ہو کر مستقل صحت کا سامان ہو، اس نسخے کو، آزمانے کی نہیں، استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نسخہ چودہ سو سال پہلے آزمایا جا چکا ہے۔ اور اس کے نتائج دنیا دیکھ چکی ہے۔ جماعت کی صورت میں اس کے اثرات کو دیکھنے کے لئے بعض شرطیں ہو سکتی ہیں مگر فرد کی صورت میں یہ تجربہ کسی وقت اور کہیں بھی کیا جا سکتا ہے۔

(شرف الدین اصلاحی)

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:12 (1980)

(آخری قسط)

احمد رضا خاں بریلوی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۵

مولانا بریلوی فقاہت و سیاست کے علاوہ ادب و شاعری میں بھی کمال رکھتے تھے، ان کی فصاحت و بلاغت کی اہل عرب نے تعریف کی ہے۔ چنانچہ شیخ احمد ابوالخیر میرداد مکی لکھتے ہیں:-

الحمد للہ علی وجود مثل ھذا الشیخ فانی لم ار مثلہ فی العلم و الفصاحۃ (۱)

(ترجمہ، مولانا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، بیشک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا۔

اسی طرح دوسرے علمائے عرب نے بھی تعریف کی ہے۔ پاک و ہند کے بہت سے شعراء اور ادباء ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

مولانا بریلوی باکمال شاعر تھے، وہ تلمیذ رحمٰن تھے، شاعری میں ان کا کوئی استاد نہ تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مرزا داغ دہلوی (م۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء) کے شاگرد تھے، مولانا حسرت موہانی (م۔ ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء) نے حسن رضا خاں کی شاعری پر ایک مقالہ قلم بند کیا تھا،(۲) اس سے ان کے مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نعت گوئی میں حسن رضا خاں

۱۔ مکتوب محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ از مکہ معظمہ بنام مولانا بریلوی۔

۲۔ اردوئے معلی (علی گڑھ)، شمارہ جون ۱۹۱۲ء

کے استاد مولانا بریلوی تھے۔(۳)

مولانا بریلوی، مشہور نعت گو مولانا کفایت علی کافی شہید (۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) سے بے حد متاثر تھے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔(۴) مولانا غلام رسول مہر نے بھی یہ بات لکھی ہے۔(۵) مولانا بریلوی نے لکھا ہے کہ نعت کہنا "تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے"۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنے محتاط تھے، اس احتیاط کے باوجود نعت کو کمال تک پہنچانا واقعی ان کا کمال ہے۔ انہوں نے ایک جگہ خود کہا ہے :۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم(۶)

ابتداء میں مولانا بریلوی کا کلام مختلف رسائل میں شائع ہوتا رہا، مثلاً ماہنامہ الرضا (بریلی)(۷)، ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)(۸) وغیرہ وغیرہ، ان رسائل کے چند شمارے نظر سے گزرے جن میں عربی، اردو اور فارسی کلام شامل ہے۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں مولانا بریلوی کے کلام کا ایک مجموعہ حدائق بخشش کے نام سے دو حصوں میں بریلی اور پٹنہ سے شائع ہوا۔ اب تک دیوان حدائق بخشش کو مولانا بریلوی کے تمام کلام کا مجموعہ سمجھا جاتا رہا مگر یہ صحیح نہیں۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) میں ایک اشتہار نظر سے گزرا

۳۔ محمد مصطفےٰ رضا خاں : الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۴۲ ۔

۴۔ (ا) احمد رضا خاں : حدائق بخشش، حصہ سوم مطبوعہ بدایوں، ص ۹۳ - ۹۴ ۔

(ب) محمد مصطفےٰ رضا خاں : الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۴۱ ۔

۵۔ غلام رسول مہر : ۱۸۵۷ء کے مجاہد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۳۱۱ ۔

۶۔ احمد رضا خاں : حدائق بخشش، مطبوعہ کراچی، ص ۲۳ ۔

۷۔ الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء ص ۱۱، (۲) محرم، صفر، ربیع الاول، جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء ص ۲،۳ ۔

۸۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، (ا) شمارہ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ (ب) محرم ۱۳۲۶ھ (ج) صفر ۱۳۲۶ھ (د) محرم ۱۳۲۷ھ

جس میں دیوان حدائق بخشش کو انتخاب دیوان لکھا ہے۔[9] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بریلوی کا کلام ہنوز پورا جمع نہ ہو سکا۔ مطالعہ کے دوران جو حقائق و شواہد سامنے آئے ان سے اس خیال کی مزید تصدیق ہو گئی۔

حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے بدایوں سے ایک مجموعہ شائع ہوا جس میں مولانا بریلوی کا عربی، اردو اور فارسی کلام شامل ہے مگر اس میں کچھ کلام الحاقی بھی معلوم ہوتا ہے۔ جناب شمس بریلوی نے تینوں حصوں کا مستند انتخاب اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا ہے جو مدینہ پبلشنگ، کراچی نے ۱۹۷۶ء میں شائع کر دیا ہے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کی منقبت میں چراغ انس (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے عنوان سے مولانا بریلوی نے ایک مدحیہ قصیدہ لکھا تھا جو پہلی بار تحفہ حنفیہ (پٹنہ) میں شائع ہوا[10] پھر مولانا حسن رضا خاں نے کتابی صورت میں بریلی سے شائع کیا۔ یہ قصیدہ ۷۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ شاہ ابوالحسین نوری (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی منقبت میں بھی ایک مدحیہ قصیدہ مشرقستان قدس کے عنوان سے لکھا تھا جو ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) میں شائع ہوا تھا۔[11] ایک نظم الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) کے عنوان سے لکھی، لائل پور سے ۱۹۷۶ء میں اس کا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ کتاب الطاری الداری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کے تیسرے حصے میں مولانا بریلوی کے تقریباً ۲۰۰ عربی اور فارسی اشعار ملتے ہیں۔[12] مشہور عربی قصیدہ غوثیہ کی منظوم فارسی شرح لکھی جو قصیدہ مبارکہ غوثیہ مع ترجمہ منظومہ (۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں ترجمہ و شرح کے مجموعی اشعار کی تعداد ۹۲ ہے۔

اردو اور فارسی کلام کی طرح مولانا بریلوی کا عربی کلام بھی منتشر ہے۔ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ/

۹۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) بابت صفر ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء، ص ۴۲۔
۱۰۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ رمضان المبارک و شوال المکرم ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء ص ۳۹-۴۱
۱۱۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ۱۱، ۱۲، جلد ۴ بحوالہ چراغ انس مطبوعہ بریلی ۱۳۱۸ء
۱۲۔ محمد مصطفٰے رضا خاں: الطاری الداری، مطبوعہ بریلی۔

۱۸۸۲ء میں انہوں نے عربی میں ایک حمد کہی تھی جو ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔[۱۳] فتاوی رضویہ[۱۴]، ملفوظات[۱۵]، سندات[۱۶] وغیرہ میں ان کا عربی کلام بکھرا پڑا ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (ریڈر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔) نے مولانا بریلوی کی عربی پر ایک وقیع مقالہ لکھا ہے جس میں بعض دیگر ماخذ کی نشاندہی کی ہے اور بہت سے اشعار پیش کیے ہیں۔[۱۷] مولانا محمود احمد قادری (کانپور) مولانا بریلوی کے عربی کلام پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں، انہوں نے کئی سو اشعار جمع کر لیے ہیں[۱۸]۔ مولانا بریلوی نے آمال الابرار کے نام سے بھی ایک عربی قصیدہ لکھا تھا۔ جو ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ کے عظیم الشان اجلاس میں خود پڑھ کر سنایا۔ مولانا بریلوی کو تاریخ گوئی میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے لکھا ہے:۔

"انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمایا کرتے تھے"[۱۹]

مولانا بریلوی کی تقریباً تمام تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ اپنے والد مولانا محمد نقی علی خاں کی وفات پر عربی میں ۱۶ تاریخی مادے کہے[۲۰]۔ مولانا محمد اسمٰعیل (م۔ ۱۳۱۰ھ) کی وفات پر دو عربی قطعات کہے

۱۳۔ (الف) احمد رضا خاں: العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد اول، ص ۷۱، ۳۔

(ب) محمد یٰسین اختر: المدیح النبوی (عربی) مطبوعہ سرائے میر ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، ص ۱۹۔

۱۴۔ احمد رضا خاں: العطایا النبویہ، جلد اول ص ۷۱، ۳، ۵۳۵۔

۱۵۔ احمد رضا خاں: الملفوظ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ۱۸۷۹ء

۱۶۔ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ ص ۲۸۲، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰ اور ۲۹۲۔

۱۷۔ انوار رضا مطبوعہ لاہور ص ۵۳۳، ۵۴۲

۱۸۔ مکتوب محررہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵ء۔

۱۹۔ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۱۴۱۔

۲۰۔ ایضاً ص ۱۰۔

ان اشعار کی تعارفی عبارت بھی تاریخی مادوں پر مشتمل ہے۔ اشعار کی مجموعی تعداد ۵۲ ہے[۲۱]۔ ہندوستان کے مشہور بیرسٹر قاضی عبدالودود بانکی پور کے والد قاضی عبدالوحید، مولانا بریلوی کے خلیفہ تھے، ان کے انتقال (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) پر جنازے میں شریک تھے، راستہ ہی میں عربی میں قطعہ تاریخ کہا جو تحفۂ حنفیہ میں توضیحی نوٹ کے ساتھ شائع کیا گیا[۲۲]۔ پیر عبدالغنی کی وفات (۱۴ر شوال ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) پر دس عربی اشعار پر مشتمل ایک قطعہ تاریخ کہا[۲۳]۔ مولانا محمد عبدالکریم جبل پوری کی وفات (۱۳۱۷ھ) پر ایک عربی قطعہ تاریخ کہا[۲۴]۔ الغرض مولانا بریلوی کے عربی، فارسی اور اردو اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ ہنوز منتشر ہے۔ کلیات رضا کے نام سے کوئی فاضل اس منتشر کلام کو جمع کریں تو یہ ایک ادبی خدمت ہوگی۔

مولانا بریلوی نے باخبری و خود آگاہی کے ساتھ نعتیں کہی ہیں، انہوں نے نعت کہتے وقت متقدمین و متاخرین علماء و شعراء کی نگارشات پر نظر رکھی ہے اور بڑی احتیاط کے ساتھ اس میدان میں اترے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے ان کی نعت کے کسی لفظ کی معنویت پر اعتراض کیا تو انہوں نے اس کا فوری طور پر شافی جواب دیا مثلاً ۸ر ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء کو کانپور سے ایک صاحب محمد آصف نے لکھا کہ دیوان حدائق بخشش کے مصرعے

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

میں لفظ شہنشاہ کا استعمال مناسب نہیں اس لئے اس کو یوں بدل دیا جائے ؏

حاجیو! آؤ مرے شاہ کا روضہ دیکھو[۲۵]

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۴۴-۱۴۵۔

۲۲۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء، ص ۴۱۔

۲۳۔ الرضا (بریلی) شمارہ ذلیقعدہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء، ص ۳۔

۲۴۔ مکتوب مولانا برہان الحق جبل پوری محررہ ۲۰ جولائی ۱۹۷۸ء از جبل پور

۲۵۔ احمد رضا خاں: فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مطبوعہ لاہور

مولانا بریلوی نے لفظ شہنشاہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل شعراء و صوفیہ اور علماء کے اشعار اور نگارشات سے استدلال کیا :-

امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی، علامہ خیر الدین زرکلی، مولانا جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی، حضرت امیر خسرو، مولانا جامی، حافظ شیرازی، مولانا نظامی، شیخ شہاب الدین وغیرہ وغیرہ۔

ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شہنشاہ، ملک الملوک اور سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اسی طرح گڑھی اختیار خاں (تحصیل خانپور سابق ریاست بہاولپور) سے محمد یار نامی ایک صاحب نے ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ کو مولانا بریلوی کو خط لکھا کہ ایک محفل میں جب ان کا مشہور قصیدہ معراجیہ[۲۶] پڑھا گیا تو بعض لوگوں نے ان اشعار پر اعتراض کیا جن میں بیت اللہ کو دلہن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دولہا سے تشبیہ دی ہے۔ صاحب موصوف نے مولانا بریلوی سے اس اعتراض کا جواب چاہا۔ مولانا بریلوی نے فوری طور پر جواب ارسال کیا اور اپنے موقف کی تائید میں مختلف کتابوں سے شواہد و نظائر اور آثار و اخبار پیش کئے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیت اللہ شریف اور جنت کو دولہا اور دلہن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں :-

تاریخ بغداد، معجم اوسط، مسند امام احمد، مواھب لدنیہ، مطالع المسرات، شعب الایمان، مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمہ، سنن بیہقی، قوت القلوب، احیاء العلوم، نہایہ، کتاب التذکرہ، مدارج النبوہ وغیرہ وغیرہ۔[۲۷]

۲۶۔ قصیدہ معراجیہ، مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔ غالباً پروفیسر سید سلیمان اشرف (صدر شعبۂ دینیات) نے چھپوایا تھا۔ موصوف مولانا بریلوی کے خلیفہ تھے۔ (مسعود)

۲۷۔ احمد رضا خاں: حجب العوار عن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰ - ۲۹

ایسا باخبر اور حاضر دماغ شاعر جو اپنے کلام کے ایک ایک لفظ کا حساب رکھتا ہو اور لفظی و معنوی اعتراضات کے جواب میں دلائل و براہین کے انبار لگا دے شاذ و نادر ہی نظر آئے گا۔ اور نہ صرف اپنے کلام کے الفاظ بلکہ اپنے مخدومین کے کلام کا بھی حساب رکھتا ہو۔ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں حیدر آباد دکن سے مولانا محمد ابراہیم قادری نے لکھا کہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری، قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں جس میں قصیدے کی عربیت پر معترضین کے اعتراضات کا جواب دیں گے آپ بھی کچھ نکات بیان فرمائیں۔ جواباً مولانا بریلوی نے اکابر ائمہ اور علمار کبار کی تصانیف سے ۳۰ مثالیں پیش کیں جن میں قواعد عربی کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا[۲۸] اس سے متون عربی پر مولانا بریلوی کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا بریلوی نے لکھا کہ قصیدہ غوثیہ میں اول تو قواعد کے خلاف کوئی شعر نہیں اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اکابر کی نگارشات میں یہ چیز موجود ہے، مولانا بریلوی کی سخن سنجی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ متقدین و متاخرین شعرار کے کلام کے مزاج شناس تھے۔ مارہرہ (یو۔پی، بھارت) سے سید نور عالم شاہ نے لکھا کہ مرزا محمد رفیع سودا کا ایک شعر احباب میں زیر بحث آیا، نہ کوئی سمجھ سکا اور نہ سمجھا سکا، آپ کچھ روشنی ڈالیں۔ شعر یہ تھا:

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی

سید نور عالم کا خط بریلی پہنچا، مولانا امجد علی اعظمی نے پڑھ کر سنایا، مولانا بریلوی نے اسی وقت شعر کی شرح لکھوا کر بھجوا دی۔ شرح پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان نکات کی طرف سودا کا خیال بھی نہ گیا ہوگا جو مولانا بریلوی نے بیساختگی کے ساتھ بیان کر دیئے اور شعر کو پستی سے بلندی پر پہنچا دیا[۲۹]

مولانا بریلوی کی شاعری پر ہندوستان اور پاکستان میں بہت سے مقالات لکھے گئے ہیں، اب تک

۲۸۔ احمد رضا خاں: الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۔

۲۹۔ یہ شرح الملفوظ، حصہ دوم (مطبوعہ کراچی) کے صفحہ ۳۸ سے ۴۱ تک چھپی ہوئی ہے۔ (مسعود)

تقریباً ۲۶ مقالات شائع ہو چکے ہیں[۳۰]۔ اور بہت سے منتظر اشاعت ہیں۔ بعض حضرات نے مولانا بریلوی کی شاعری پر مستقل رسالے اور کتابیں لکھی ہیں جن میں قابل ذکر یہ ہیں:۔

۱۔ شمس بریلوی : اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء
۲۔ شاعر لکھنوی : تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء
۳۔ اختر الحامدی : امام نعت گویاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء
۴۔ محمد وارث جمال : امام شعر و ادب، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۷۸ء
۵۔ ڈاکٹر الٰہی بخش : عرفان رضا، (قلمی) مؤلفہ ۱۹۷۹ء

۶

مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بریلوی علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ و سیاست اور ادب و شاعری میں ید طولیٰ رکھتے تھے، بہت سے علوم و فنون قدیمہ و جدیدہ میں ان کو کمال حاصل تھا اور وہ اس صدی کے ممتاز علماء میں تھے۔ وہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن بریلی میں انتقال کیا، وہ تقریباً ۶۵ سال اس دنیا میں رہے اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے۔ ان کی یادگار صاحب علم و فضل ان کے فرزند مولانا حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء) اور مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں (ولادت ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء) بہت سے تلامذہ[۳۱]، بکثرت خلفاء[۳۲] اور بیشمار تصانیف ہیں۔ اس مختصر مقالے میں گنجائش نہیں ورنہ مولانا بریلوی

۳۰۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ کریں:۔
(ا) المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر، ص ۴۴۵ - ۵۲۹۔
(ب) انوار رضا (لاہور)، ص ۵۳۳ - ۶۴۴
(ج) اختر الحامدی: امام نعت گویاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۲۰ - ۲۱

۳۱۔ تلامذہ کے حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:۔
(ا) محمود احمد قادری: تذکرۂ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء
(حاشیہ باقی اگلے صفحہ پر)

کے فرزندان، تلامذہ و خلفاء کے بارے میں تفصیلاً عرض کیا جاتا، سردست صرف تصانیف کے بارے میں مجملاً عرض کیا جاتا ہے۔

مولانا کثیر التصانیف عالم تھے مگر کثیر التصانیف ہونا فی نفسہ کوئی خوبی نہیں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ مصنف کا تحقیقی معیار کیا ہے، وہ رطب و یابس بیان کرنے کا تو عادی نہیں۔ مولانا بریلوی نے تحقیق و ریسرچ سے متعلق بعض نکات پیش کئے ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض نکات بیان کئے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ ان کا معیار تحقیق کتنا بلند ہے۔

تحقیق و ریسرچ میں صحت نسخ اور صحت متون کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ محققین بھی اس کی پروا نہیں کرتے اور ہر چھپی ہوئی کتاب سے استفادہ کر کے استدلال و استناد کرتے ہیں اور اس کے مندرجات کو بلا تامل مصنف سے منسوب کر دیتے ہیں۔ مولانا بریلوی اس معاملے میں بہت محتاط تھے، انہوں نے ایک مختصر رسالے میں صحت نسخ، صحت متون، اتصال سند، تواتر، تداول، احتیاط، استدلال وغیرہ پر بحث کی ہے۔ صحت نسخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

۱۔ کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں۔(۴۳)

بقیہ حاشیہ ص ۸

(ب) محمد عبدالحکیم شرف: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

(ج) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور، حصہ اول ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء حصہ دوم ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۴۲۔ خلفاء کے حالات کے لئے مندرجہ بالا مآخذ کے علاوہ مندرجہ ذیل مآخذ سے بھی رجوع کریں۔

(ا) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، جلد اول (قلمی) مخزونہ مرکزی مجلس رضا، لاہور

(ب) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، جلد دوم (قلمی) مخزونہ مرکزی مجلس رضا، لاہور

(ج) مفتی محمد برہان الحق: اکرامات مجدد زماں بر بندۂ ادنیٰ برہان مؤلفہ ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء (قلمی) مخزونہ دار السلام، جبل پور۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۴۔ کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں (۲۴)۔

اتصال سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱۔ علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو (۲۵)۔

۲۔ اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے یعنی اصول معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے، یہ اتصال سند اصل وہ شے ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے (۲۶)۔

تواتر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱۔ کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی (۲۷)۔

۲۔ متعدد بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب

بقیہ حاشیہ ص ۹

۲۳۔ احمد رضا خاں : اجب العوار عن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور، ص ۳۔

نوٹ۔ مولانا بریلوی کا یہ کہنا درست ہے کہ مصنف سے کتاب کی نسبت اس بات کی دلیل قطعی نہیں کہ واقعی وہ کتاب اسی کی ہے۔ عرصہ ہوا رام پور سے مولانا امتیاز علی عرشی کراچی آئے، ان کے اعزاز میں انجمن ترقی اردو میں عصرانہ دیا گیا، راقم بھی مدعو تھا۔ عرشی صاحب نے جوابی تقریر میں فرمایا کہ وہ ایک تحقیقی ادارے میں گئے جہاں لغت ترتیب دی جا رہی تھی اور صحت معنی کے لئے بطور استدلال مختلف دواوین سے اشعار نقل کئے جا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے محققین سے پوچھا اس کی آپ کے پاس کیا دلیل قطعی ہے کہ واقعی یہ شعر اسی شاعر کا ہے جس سے آپ نے منسوب کیا ہے۔ مطبوعہ یا قلمی دیوان میں ہونا اس کی دلیل نہیں۔ یہ سوال سن کر سب محققین خاموش ہو گئے۔ (مسعود)

۲۴۔ احمد رضا خاں : اجب العوار، ص ۳۔

۲۵۔ احمد رضا خاں : اجب العوار، مطبوعہ لاہور، ص ۵۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۷۔

۲۷۔ ایضاً، ص ۵۔

نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہ ان سے نقل، نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے۔(۳۸)

تداول پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱۔ اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے اطمینان ہو کہ اس میں تغیر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا ہے۔(۳۹)

۲۔ تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کے مطمح نظر رہی ہو جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے۔(۴۰)

۳۔ زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔(۴۱)

احتیاط نقل و استدلال پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱۔ علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے نسخے میں ملے اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخے سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا۔ یوں ہی اس ناقل تک، تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں ہے۔(۴۲)

۲۔ اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ نے کیا وسائط زائد ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے اور ایسے نسخے کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز ہے۔(۴۳)

مندرجہ بالا معیار تحقیق سے مولانا بریلوی کی مصنفات و مؤلفات کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا رحمان علی نے ۱۳۰۵ھ/۸-۱۸۸۷ء میں اپنی کتاب تذکرۂ علمائے ہند مرتب کی تو مولانا بریلوی کی

---

(۳۸) ایضاً، ص ۸ (۳۹) ایضاً، ص ۷ (۴۰) ایضاً، ص ۷-۸

(۴۱) ایضاً ص ۸ (۴۲) ایضاً، ص ۶ (۴۳) ایضاً، ص ۵۔

تصانیف کی تعداد ۷۵ بتائی[۴۴]. اس وقت مولانا بریلوی کی عمر ۳۰ برس ہوگی۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں خود مولانا بریلوی نے یہ تعداد ۲۰۰ لکھی ہے[۴۵]۔ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے مولانا بریلوی کی تصانیف پر ایک رسالہ قلم بند کیا، اس میں پچاس مختلف علوم و فنون پر مولانا بریلوی کی ۳۵۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے[۴۶]۔ اور لکھا ہے کہ تلاش کیا جائے تو ۵۰ تصانیف اور نکلیں گی[۴۷]۔ اس میں ۱۰۰ عربی ہیں، ۲۷ فارسی اور ۲۲۳ اُردو۔ مولانا بریلوی کے صاحب زادے مولانا حامد رضا خاں نے لکھا ہے کہ ۴۰۰ سے زیادہ تصانیف ہیں[۴۸]۔

یہ اعداد و شمار مختلف اوقات میں مولانا بریلوی کی زندگی میں مرتب کئے گئے۔ انتقال کے بعد مولانا ظفر الدین بہاری نے شمار کیا تو یہ تعداد چھ سو سے زیادہ نکلی جس کا تفصیلی ذکر انہوں نے حیات اعلیٰ حضرت، جلد دوم میں کیا ہے[۴۹]۔ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں بمبئی سے ماہنامہ المیزان کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا ہے اس میں مولانا بریلوی کی پچاس علوم و فنون پر ۵۴۸ تصانیف کا ذکر کیا ہے[۵۰]۔ مفتی اعجاز ولی خاں (م ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء) نے مزید تحقیق کی تو یہ تعداد ہزار سے متجاوز ہوگئی۔ انہوں نے مولانا بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

صاحب التصانیف العالیہ والتالیفات الباهرة التی بلغت اعدادها فوق الالف[۵۱]۔

ایک باوثوق اطلاع کے مطابق مولانا بریلوی کی مطبوعہ تصانیف کے پورے اعداد و شمار خانقاہ برکاتیہ

۴۴۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء ص ۱۸

۴۵۔ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ۲۷۲، ۳۳۴

۴۶۔ ظفر الدین بہاری: المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ پٹنہ۔

۴۷۔ ایضاً، ص ۴

۴۸۔ حامد رضا خاں: حاشیہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۹ (ب) احمد رضا خاں:
مکتوب بنام مولانا قاضی غلام یٰسین، مطبوعہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی)، شمارہ، مئی ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۔

۴۹۔ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۔

۵۰۔ المیزان (بمبئی)، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص ۳۰۷ - ۳۲۴ -

۵۱۔ (الف) اعجاز ولی خاں: ضمیمہ المعتقد المنتقد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۶
(ب) محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء، ص ۴۶ -

مارہرہ (یو۔پی۔ انڈیا) میں محفوظ ہیں[۵۲]۔ دوسری اطلاع کے مطابق دار العلوم اشرفیہ (مبارک پور، اعظم گڑھ انڈیا) کے فاضل مولانا عبد المبین نعمانی نے مولانا بریلوی کی تصانیف کی تفصیلی فہرست پوری تحقیق و تلاش کے بعد مرتب کی ہے[۵۳]۔

تصانیف کے علاوہ مولانا بریلوی کے بہت سے حواشی و شروح بھی ہیں جس کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے[۵۴]۔ مولانا ہدایت الرسول لکھنوی (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء) نے ان حواشی و شروح کا مطالعہ کیا اور اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مولانا بریلوی کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں[۵۵]۔ مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری نے حواشی و شروح کی تعداد مرتب کی ہے جو ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہے[۵۶]۔

اس مختصر مقالے میں مولانا بریلوی کی تمام تصانیف کا استقصاء تقریباً ناممکن ہے۔ تصانیف کی تفصیلات اور سیر حاصل تبصرے کے لئے ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہے۔ مولانا بریلوی کے مدرسے دار العلوم منظر اسلام (بریلی) کے کتب خانے میں بہت سی قلمی تصانیف ہیں۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت[۵۷] (بریلی) میں اس علمی ذخیرے سے ۲۴ علوم و فنون پر تقریباً ۷۵ کتابوں کی تفصیلات دی ہیں۔ ان میں قلمی کتابوں میں بہت سی مولانا بریلوی کی خود نوشتہ ہیں۔ یہاں چند علوم و فنون پر متعدد قلمی تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے:-

علم فقہ

۱۔ شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (عربی)، ۱۳۳۳ھ/۱۵-۱۹۱۴ء

۲۔ حسن التعمم لبیان حد التیمم، (اردو)، ۱۳۳۵ھ/۱۷-۱۹۱۶ء۔

۳۔ الکشف شافیا فی حکم فونوکرافیا، (اردو) ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

۵۲۔ مکتوب مولانا محمود احمد قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، محررہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵ء

۵۳۔ محمد یٰسین اختر اعظمی: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء، حاشیہ ص ۴۲۔

۵۴۔ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰۹۔

۵۵۔ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۸

۵۶۔ حاشیہ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، ص ۸۳

۵۷۔ اعلیٰ حضرت (بریلی)، شمارہ اکتوبر و دسمبر ۱۹۶۲ء

ریاضی

۴۔ المعنی المجلی، (فارسی)، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

۵۔ وجوہ زوایا مثلث کروی ہے، (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۶۔ مبحث المعادلہ ذات الدرجۃ الثانیہ، (عربی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۷۔ زوایۃ الاختلاف المنظر ۱۳۳۳ھ/ ۱۵-۱۹۱۴ء

جبر و مقابلہ

۸۔ رسالہ جبر و مقابلہ (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۹۔ حل سادتہائے درجہ سوم (فارسی)، ۱۳۳۰ھ/ ۱۲-۱۹۱۱ء

۱۰۔ حل المعادلات لقوی المعکبات (فارسی)

تکسیر

۱۱۔ ۱۱۵۲ مربعات، (اُردو)، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

مثلث

۱۲۔ رسالہ در علم مثلث (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۱۳۔ تلخیص علم مثلث کروی (فارسی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

ھیأۃ

۱۴۔ استخراج وصول قمر الخ (فارسی)، ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء

۱۵۔ الکسری العشری، (عربی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۱۶۔ معدن علومی در سنین، ہجری و عیسوی و رومی (اردو)، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

۱۷۔ طلوع و غروب کواکب و قمر (اردو)، ۱۳۳۷ھ/ ۱۹-۱۹۱۸ء

۱۸۔ قانون رویت اہلہ (اُردو)، ۱۳۳۷ھ/ ۱۹-۱۹۱۸ء

۱۹۔ رویت الہلال (اُردو)، ۱۳۳۸ھ/ ۲۰-۱۹۱۹ء

توقیت

۲۰- البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی)، ۱۳۲۱ھ/ ۴-۱۹۰۳ء

۲۱- تسہیل تعدیل (اُردو)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۲۲- الجل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (فارسی)، ۱۳۳۰ھ/ ۱۲-۱۹۱۱ء

۲۳- اوقات صلوٰۃ مکہ معظمہ (اُردو)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۲۴- استخراج تقویمات کواکب (فارسی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۲۵- طلوع وغروب نیّرین (اُردو)، ۱۳۳۲ھ/ ۱۴-۱۹۱۳ء

۲۶- سیول کواکب وتعدیل الایام (اُردو)، ۱۳۳۸ھ/ ۲۰-۱۹۱۹ء

ارثماطیقی

۲۷- الموھبات فی المربعات ۱۳۱۹ھ/ ۲-۱۹۰۱ء

ردفلسفہ قدیمہ

۲۸- الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ لوہاء الفلسفۃ المشئمۃ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

ردفلسفہ جدیدہ

۲۹- فوز مبین در حرکت زمین (اردو) ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

۳۰- معین مبین، بہر دور شمس وسکون زمین (اُردو) ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

جفر

۳۱- الجداول الرضویہ لاعمال الجفریہ (عربی)، ۱۳۲۲ھ/ ۵-۱۹۰۴ء

۳۲- الرسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ (عربی)، ۱۳۲۲ھ/ ۵-۱۹۰۴ء

۳۳- اسہل الکتب فی جمیع المنازل (عربی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

نجوم

۳۴- مسئولیات اسہام (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۷

مولانا بریلوی کی علمی شخصیت کا تقاضا ہے کہ تحقیقی اداروں اور جامعات میں ان پر کام کیا جائے۔ مولانا بریلوی کے انتقال کے بعد نصف صدی تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۱ء کے درمیان قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم (نگراں شعبۂ علوم شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) نے مقالات یوم رضا کے نام سے مختلف فضلا کے مضامین وتاثرات تین حصوں میں جمع کرکے لاہور سے شائع کئے۔ پھر مرکزی مجلس رضا، لاہور نے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی فعال قیادت میں کام کو آگے بڑھایا اور بہت سے مفید مقالات ورسائل شائع کئے۔ ادارۂ المیزان (بمبئی) اور شرکت حنفیہ لمیٹڈ (لاہور) نے بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ہندوستان میں رضا اکیڈمی (مبارک پور، اعظم گڑھ) کی نگرانی میں مولانا بریلوی کا ردالمحتار پر عربی ضخیم حاشیہ جدالممتار حیدرآباد دکن میں چھپ رہا ہے۔ علی گڑھ میں مرکز تعلیمات اسلامی کی سرپرستی میں رضا ریسرچ سنٹر میں بھی کام شروع ہو رہا ہے۔ یہاں مولانا بریلوی کی تصانیف کے عربی، انگریزی اور فرانسیسی ترجمے شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں حال ہی میں مولانا بریلوی کی فقاہت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے جن کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر مصر کے پروفیسر محی الدین الوائی (اہل حدیث) نے مولانا بریلوی پر ایک علمی مقالہ لکھا[۵۸]۔ مفتی اعجاز ولی خاں، مولانا عبدالحکیم شرف، مولانا افتخار احمد وغیرہ نے مولانا بریلوی پر عربی میں تعارفی مضامین لکھے[۵۹]۔ پھر مفتی سید شجاعت علی نے عربی میں ایک مبسوط سوانح لکھی[۶۰]۔

۵۸۔ صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ فروری ۱۹۷۵ء

۵۹۔(و) فضل رسول بدایونی: المستند المعتمد مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۵۔ ۲۷۴۔

(ب) احمد رضا خاں: اجلی الاعلام، مطبوعہ استنبول ۱۹۷۵ء، ص ۲۔۴۔

(ج) احمد رضا خاں: الفضل الموہبی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۶۰۔ شجاعت علی قادری: مجدد الامۃ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء۔

انگریزی میں امریکہ کی کیلیفورنیا یونیورسٹی (شعبہ تاریخ) کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے اپنے مقالے میں مولانا بریلوی پر اظہار خیال کیا ہے[۷۱] مگر انہوں نے عمیق مطالعہ نہیں کیا۔ ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی (شعبہ اسلامیات) کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور دوسرے فتاویٰ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

الغرض پاک و ہند اور دوسرے ممالک کے محققین و علماء مولانا بریلوی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں، پاکستان کے تحقیقی اداروں اور جامعات کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

---

(۷۱) - THE REFORMIST ULEMA : MUSLIM RELIGIOUS LEADERSHIP IN INDIA 1860 — 1900 (BERKELEY, 1974)

اقبال اور عبادات و شعائر اسلامی

ڈاکٹر محمد ریاض

ایک مفکر کی ہر بات میں نکتہ ہوتا ہے۔ حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال کی نثر و نظم ان کے غور و فکر کی عکاس ہے۔ انہوں نے بعض معمولی واقعات سے وہ تاثرات لیے، جو ان کی فکر بکر کو خراج تحسین پیش کرنے پر ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ مگر جیسا کہ خود انہوں نے متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا، دین اسلام اور اس کے متعلقات پر ان کی توجہ زیادہ مرکوز رہی ہے۔ تصانیف اقبال بنیادی طور پر دینی تصانیف ہیں اور مضمرات دین پر جو کچھ علامہ مرحوم نے لکھا، اسے مفصل مقالوں بلکہ کتابوں میں پیش کرنے کی ضرورت ہے، سردست میں یہاں اشعار اقبال کے حوالے سے اسلامی شعائر و عبادات کے سلسلے میں شاعر اسلام کی بعض نکتہ آفرینیوں کی طرف اشارہ کروں گا۔

ارکان اسلام

ارکان اسلام کا رکن رکین عقیدہ توحید ہے۔ اقبال نے توحید اور اس کے متعلقات پر بہت لکھا ہے۔ مثنوی اسرار خودی میں مراحلِ تربیتِ خودی سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے ارکان اسلام کا بالاجمال ذکر کیا اور ان کی حکمت سمجھائی ہے۔ "توحید" کی بڑی منفعت یہ ہے کہ مؤحد ماسوا اللہ سے خائف نہیں ہوتا اور خدائے واحد کو کائنات کے جملہ امور میں حاکم علی الاطلاق ماننے والے کی گردن کسی دوسرے کے آگے خم نہیں ہو سکتی۔ مثنوی رموز بیخودی میں اقبال نے توحید کے مضمرات کو کئی ابواب میں اجاگر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تصور توحید کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان زندگی کے جملہ شئون و احوال میں خدائے واحد